بسم اللہ الرحمن الرحیم

نوٹس

الفوز الکبیر

فی

اصول التفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفوز الکبیر

سوال(1): علمِ اصول تفسیر کی تعریف، موضوع اور غرض تحریر کریں؟ نیز تاویل میں فرق بیان کرتے ہوئے تفسیر بالرائے کی وضاحت کریں؟

جواب: تفسیر کا لغوی معنی "وضاحت کرنا" اور علم اصول تفسیر ایسے قواعد کا نام ہے جن کی معرفت سے کتاب اللہ کے اسباب نزول، ناسخ، ومنسوخ، محکم و متشابہ و غیر ہم کی وضاحت ہو سکے۔

موضوع: کتاب اللہ اس حیثیت سے کہ اللہ تعالی کی مراد واضح ہو جائے۔

غرض: الفوز بسعادۃ الدارین۔

نیز علماءِ متقدمین کے نزدیک تفسیر اور تاویل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور علماءِ متاخرین نے تفسیر اور تاویل میں فرق کیا ہے، تفسیر کہتے ہیں کہ کتاب اللہ کی مراد بغیر دلائل کے پیش کرنا۔ اور دوسرا فرق یہ ہے کہ تفسیر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور تاویل اقوالِ علماء کے ساتھ خاص ہے۔

تفسیر کی اقسام: (1) تفسیر بالماثورہ (2) تفسیر بالرائے (3) تفسیر بالقرآن

تفسیر بالرائے کی تعریف: وہ تفسیر ہے جو اپنی شرائط کے ساتھ عقل کے ذریعے کتاب اللہ کی مراد کو بیان کرے۔

سوال(2): کتاب کا خلاصہ کرتے ہوئے علوم خمسہ کی وضاحت کریں،؟ نیز علوم خمسہ کی روشنی میں اسلوب قرآن ذکر کریں؟

جواب: اس کتاب کے پانچ ابواب ہیں۔ (1) باب اول میں علومِ خمسہ کا بیان ہے۔(2) باب ثانی میں نظمِ قرآن کے معانی کے خفی ہونے کی وجوہ کا بیان ہے۔ (3) باب ثالث میں نظمِ قرآن کے لطائف کا بیان ہے۔ (4) باب رابع میں تفسیر کے طریقوں کا بیان ہے۔

(5) اور باب خامس میں اسبابِ نزول کا بیان ہے۔

علومِ خمسہ سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید میں ان پانچ علوم کے متعلق آیات ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(1) **علم الاحکام:** جس میں واجب، مستحب، مباح اور مکروہ و حرام، احکامِ عبادات و معاملات، گھر کے معاملات، شہری معاملات وغیرہ ہیں اور ان تمام کی تفصیل فقیہ کے ذمہ پر ہے۔

(2) **علمِ مخاصمہ اور چار گمراہ فرقوں کا رد:** جیسے (1) یہودی (2) عیسائی (3) مشرکین (4) منافقین ان کی وضاحت علمِ کلام کو جاننے والے کے ذمہ پر ہے۔

(3) **اللہ کی نشانیوں سے نصیحت حاصل کرنا:** زمین و آسمان کی تخلیق کو بیان کرنا، بندوں کو الہام کرنا اور اللہ تعالیٰ کی کامل صفات کو بیان کرنا وغیرہ۔

(4) **اللہ کے گزشتہ ایام سے نصیحت حاصل کرنا:** اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت کرنے والوں کو انعامات دینا اور جرم کرنے والوں کو عذاب دینا وغیرہ۔

(5) **موت سے نصیحت حاصل کرنا:** حشر و نشر، حساب، میزان، جنت اور آگ کا بیان۔ اس سن کے ساتھ احدیث اور آثار وغیرہ کو ملانا یہ مذکر اور واعظ کی ذمہ داری ہے۔

اسلوبِ قرآن:

1) یہ علم یا علوم پہلے والے عرب کے اسلوب کے مطابق ہے نہ متاخرین کے طریقہ کے مطابق۔
2) اس میں اختصار نہیں کیا گیا جس طرح کہ متن والے کرتے ہیں۔
3) غیر ضروری چیزوں کی قیود سے کانٹ چھانٹ نہیں کی گئی جیسا کہ اصولی کرتے ہیں۔
4) مخاصمہ والی آیات میں مشہور و تسلیم کیے ہوئے اور نافع خطابات کا الزام کیا گیا ہے۔
5) براہین کی منطقیون کے طریقے کے مطابق کانٹ چھانٹ نہیں کی گئی۔
6) ایک مطلب سے دوسرے مطلب کی طرف منتقل ہوتے ہوئے مناسبت کی رعایت نہیں کی گئی جیسا کہ متاخرین ادباء کا ضابطہ ہے، بلکہ جو چیز بندوں کے لیے اہم تھی اس کو پھیلا دیا گیا ہے چاہے وہ مقدم ہو یا مؤخر ہو۔

نزول قرآن کے مقاصد: عام مفسرین ہر آیت کو چاہے وہ مخاصمہ والی ہو یا احکام والی کسی قصہ کے ساتھ ملاتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ قصہ اس کے نزول کا سبب ہے لیکن حقیقت کچھ اور ہے۔

1) قرآن کا اصلی مقصد انسانی نفوس کی تہذیب ہے۔

2) عقائدِ باطلہ کا ابطال کرنا ہے۔

3) اعمالِ فاسدہ کی نفی کرنا ہے۔

4) مکلفین میں باطل عقائد کا پایا جانا مخاصمہ والی آیات کے نزول کا سبب ہے، نیز اعمالِ فاسدہ کا پایا جانا۔

5) ایک دوسرے پر ظلم کی وجہ سے احکام والی آیات کا نزول ہوا۔

6) تذکیر والی آیات کے نزول کا سبب، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں، اللہ کے ایّام، موت اور اس کے بعد کے معاملات پر یقین نہ ہونا ہے۔

7) بعض قصوں کو بیان کرنا فہمِ قرآن میں مدخل ہے یہاں تک کہ سامع اس کا انتظار کر رہا ہوتا ہے، تو وہاں اس کا بیان ضروری ہے اور ان کی تشریح کرنا ضروری ہے۔

شرع میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات مختصہ اور علم ذاتی میں کسی غیر کو شریک تسلیم کرنا شرک کہلاتا ہے۔ نیز مشرکین حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ السلام کے زمانے سے شروع ہوئے اور مشرکین اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر تسلیم کرتے ہوئے اپنے آپ کو حنفاء تسلیم کرتے تھے۔ حالانکہ ملت ابراہیمی کے مطابق ان کا کوئی بھی عقیدہ نہیں ہے کیونکہ ملت ابراہیمی میں بیت اللہ کا حج، نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا، جنابت میں غسل کرنا، ختنے کرنا، محرمات کی حرمت کو ثابت کرنا تھا جبکہ مشرکین ان کے مخالف ہیں اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ رب تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمادیا اب وہ اس سے بیزار ہے اسی طرح مریض کو شفاء دینا حقیقتاً دوائی کی تاثیر ہے اور وہ قائل تھے اس بات کے کہ گنہگاروں کو معاف کرنا اللہ تعالیٰ کی ناانصافی ہے اور نیکوکاروں کی معمولی سی خطا پر پکڑ کرنا یہ بھی ناانصافی ہے۔ ان کے مشہور و معروف عقیدے ہیں اور یہ سب سے بڑا شرک ہے۔ تشبیہ، تحریف، آخرت کا انکار کرنا، حضور کی رسالت کو تسلیم نہ کرنا اور گرجا گھروں میں عبادات کو رواج دینا وغیرہم۔

سوال(3): مشرکین کے عقائدِ باطلہ (تشبیہ، تحریف، جحودِ آخرت، رسول اللہ کی رسالت کو تسلیم نہ کرنا ان سب کا تعارف کرواتے ہوئے رد پیش کریں؟

جواب: تشبیہ کا مطلب یہ ہے کہ بشری صفات کو اللہ تعالیٰ میں ثابت کرنا، جیسے مشرکین کہتے ہیں کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اسی طرح وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ جس بندے سے راضی نہ ہو اس کو بھی شفاء دے دیتا ہے اسی طرح اس کی سمیع و بصیر صفات کو ایسے قیاس کرتے ہیں جیسے بندے سمیع و بصیر ہیں اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کے جسم کے بھی قائل ہیں۔

رد: تشبیہ کا رد حدیث میں کثرت سے ہے جیسے **"اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونُ"** ان کی عقل کام نہیں کرتی کہ اپنے لیے پسندیدہ چیز (بیٹے) مانگتے ہیں اور رب کے لیے وہ چیز (بیٹیاں) جسے وہ خود پسند نہیں کرتے منسوب کرتے ہیں تو عقل و نقل سے ان کا عقیدہ تشبیہ باطل ہے۔

شرک کا رد: عقلی طور پر خالق اور مخلوق میں تساوی کی کوئی نسبت نہیں ہے بلکہ خالق غایتِ تعظیم ہے اور مخلوق غایتِ تذلیل ہے تمام انبیاء کرام علیہم السلام عدم شرک کے اوپر متفق ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ **"وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ"**۔

تحریف کا تعارف: تحریف کا مطلب یہ ہے کہ یہود سمجھتے تھے کہ اسحاق علیہ الصلوٰۃ السلام کی اولاد سے نبوت چلے گی تو واقع میں ایسا نہ ہوا بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی لڑی سے حضور ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے بجائے رب کے بتوں کی عبادت شروع کر دی اور ہر معاملے میں یہی کہتے رہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ اور ان کی ساری باتیں من گھڑت ہیں اس پر علماء کا اجماع ہے لہذا ان کا اولادِ اسحاق علیہ السلام میں نبوت رہنے کا قول کرنا بھی بدعت اور اختراء ہے۔

جحود آخرت: سابقہ تمام انبیاء علیہ السلام حشر و نشر، حساب و جزاء کی تلقین کرتے رہے لیکن قرآن کریم نے اس موضوع کو کثرت سے بیان کیا تو پھر مشرکین آخرت کے منکر ہو گئے چونکہ پہلے اطلاع کم تھی تو وہ وقوع اور عدمِ وقوع کے بارے میں شک میں تھے پھر جب بیان کثرت سے ہوا تو یہ منکر ہو گئے۔

رد: عقل اور نقل کے اعتبار سے آخرت کا انکار واضح ہے کیونکہ سابقہ تمام کتابیں اس موضوع سے بھری پڑی ہیں، جیسے مردہ زمین کو بارش کے ذریعے زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی شان ہے تو پھر اسی مناسبت سے یہ بعید نہیں کہ وہ مردہ انسان کو زندہ کرے تو ثابت ہو گیا کہ آخرت کا انکار کفر ہے۔

رسالت کا انکار: نبی پاک کی رسالت کو تسلیم نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ وہ ابراہیم، اسماعیل اور موسیٰ علیہم السلام کی رسالت کو تسلیم کرتے تھے لیکن ان کی صفات نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس میں بظاہر کچھ موجود نہیں تھیں تو ان کو یہ تشویش ہو گئی کہ وہ نبی نہیں ہیں (معاذ اللہ) تو انہوں نے پھر آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔

رد: قرآن کے قطعی دلائل سے رسول اللہ ﷺ کی رسالت ثابت ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ **"قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی "، " وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی "، یقول للذین کفروا الست مرسلاً**۔

ان تمام دلائل میں رسالت کے الفاظ موجود ہیں لہذا ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ رسول بھی ہیں۔

سوال (4): یہودیوں کا تعارف، ان کے عقائد، ان کے عقائد کا بطلان اور یہودیوں کے کچھ نمونے تحریر کریں؟

جواب: "یہود" بنا ہے "ھود" سے تو ان کو یہودی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حضرت ھود علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور تورات پر ایمان رکھتے تھے ان کے مشہور و معروف عقائد میں تحریف، کتمان الاٰیات، افتراء اور اختلافِ شرائع ہیں۔

تحریف: اس قوم میں تحریف بہت زیادہ مشہور و معروف تھی لفظوں میں بھی، معنیٰ میں بھی اور ترجمے میں بھی تحریف کرتے تھے اور یہ تحریف لفظی ہے۔

تحریف معنوی یہ ہے کہ تورات کے مفہوم کو فاسد کر دیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے خلود فی النار کا وعدہ کافروں سے کیا، عذاب الیم کا وعدہ بھی کافروں سے کیا۔ اور جنت کا وعدہ تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں کامل مومنین کے لئے ہے تو یہودی گمان کیا کرتے تھے کہ ہر دور میں مومن صرف یہودی ہی ہیں لہذا جنت کے مستحق بھی وہی ہیں اور باقی تمام مخلوق جہنمی ہے تو یہ انہوں نے تورات کی تحریف کر دی۔

کتمان الاٰیات: کتمان الاٰیات کا مطلب یہ ہے کہ یہودی احکامات کی آیات، نبی پاک ﷺ کی شان کی آیات، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی شان کی آیات، نبی پاک ﷺ کی صداقت و مرتبے کی آیات جو تورات میں ہیں ان کو چھپا لیا کرتے تھے۔ اسی طرح زانی کو رجم کرنے کی آیات بھی اس ڈر سے چھپا لیا کرتے تھے کہ کہیں حضور ﷺ ان پر زنا کی وجہ سے حد نافذ نہ کر دیں۔

رد: تورات کے مشہور و معروف عالم اور حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ چھپی ہوئی آیات حضور ﷺ پر ظاہر کر دیتے تھے تاکہ یہودیوں کا رد یہودیوں کی کتاب سے ہی وہ سکے۔

افتراء: افتراء کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ تورات میں آیات گھڑ لیا کرتے تھے اور حضور ﷺ کی رسالت پر افتراء باندھتے تھے اسی طرح تورات میں جتنی بھی منہیات تھی ان سب کو ہلکا جانتے تھے اسی لئے وہ منہیات کا انکار کرنے سے باز نہ آتے تھے۔

اختلافِ شرائع: اختلاف شرائع کا مطلب یہ ہے کہ شریعتوں کی مخالفت کرنا ہے، یہودی شریعتوں کی اس طرح مخالفت کرتے تھے جیسے ایک طبیب کے پاس مختلف بیماریوں والے مریض پہنچتے ہیں تو اس قدر یہ بھی صبح و شام شرائع میں تبدیلی کرتے رہتے تھے۔

رد: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کئی مقامات پر ان کے اس فعل کا رد فرمایا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "**اِن اَنتُم اِلاّ تَخرُصُون**" **(تم تو صرف اندازے ہی لگاتے ہو) اور فرمایا "اِنّ النفس لامّارۃ بالسوء الاّ ما رحم ربی"**

نمونے: مصنف نے یہودیوں کے کچھ نمونے بیان فرمائے ہیں۔ علماء سوء جو طلب دنیا میں مگن ہیں اور کتاب اللہ سے اعراض کرتے ہیں اور سنت رسول کو نہیں اپناتے اور احادیث میں تاویلاتِ فاسدہ کرتے ہیں اور کچھ تو احادیث کو گھڑتے بھی ہیں اور کچھ شارع علیہ السلام کے کلام سے اعراض کرتے ہیں تو ایسے بندوں کو مصنف نے مشرکین سے تشبیہ دی ہے اور ایسے بندوں کو مصنف نے فی زمانہ مشرکین کا نمونہ قرار دیا ہے۔

سوال (5): نصاریٰ کا تعارف، ان کے عقائد، ان کا بطلان اور کچھ نمونے تحریر کریں؟

جواب: نصاریٰ وہ گروہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کے بہت سارے گمراہ قبیلے ہیں جن میں سے تین قبیلے سرفہرست ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کے تین متغیر اجزاء ہیں۔ (1) وہ باپ ہے کیونکہ وہ تمام جہان کا مبداء ہے۔ (2) وہ بیٹا ہے کیونکہ ساری مخلوق و اشیاء اسی کے وجود سے ہیں۔ (3) وہ روح القدس ہے کیونکہ وہ سب قدس ارواح سے اعلیٰ ہے۔ ان تین گمراہ عقیدوں کی وجہ سے ان کو اقالیم ثلٰثہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی صورت میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس تشریف لائے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دو حکم ظاہر ہوئے کہ عیسیٰ علیہ السلام الٰہ ہیں کیونکہ جبرائیل کی صورت میں اللہ خود حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آیا اور دوسرا یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں کیونکہ جب جبرائیل علیہ السلام الٰہ ہوئے تو پیدا ہونے سالا اس کا بیٹا بن گیا۔

رد: دلائل قطعیہ عقلیہ اور بقلیہ سے بصاریٰ کے عقائد باطل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کی روح ہیں اور جبرائیل علیہ السلام کا بشری صورت میں آنا، یہ عیسیٰ علیہ السلام پر کلام کا القاء کرنے کی صورت پر محمول ہے نہ کہ بیٹا بنانے کی صورت پر اور باپ و بیٹا بننے کے لئے مجنست کا ہونا ضروری ہوتا ہے جبکہ مریم علیہا السلام، جبرائیل علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ میں کوئی مجنست نہیں ہے۔

رد: اللہ تعالیٰ نے عقیدہ تغلیب کو کئی طریقوں سے باطل قرار فرمایا ہے اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور جس شخص کو انہوں نے سولی پر چڑھایا تھا وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھے بلکہ ان کی شبیہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**وماقتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لھم**"

نمونے: قرآن کریم نے نصاریٰ کی ہر عقیدے میں تردید فرمائی ہے مثلاً ان کا عقیدہ ہے کہ الہٰ تین ہیں۔ اللہ نے فرمایا "**اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃ**" اسی طرح وہ قائل ہیں تغلیب کے بھی قائل ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی بنایا ہے اور تغلیب سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

سوال: نفاق کی تعریف تحریر کریں، منافقین کا تعارف ان کے نفاق کا سبب، نفاق کی اقسام، منافقین کے احوال اور قرآم کریم سے منافقین کے کچھ نمونے پیش کریں؟

جواب: "نفاق" کا لغوی معنیٰ ہے خرچ کرنا۔ اور اصطلاحی معنیٰ یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو باطن کے مخلف پیش کرنا نفاق کہلاتا ہے۔

نفاق کی اقسام: مطلقانفاق کی کئی اقسام ہیں لیکن دو اقسام شرع میں مشہور ہیں (1) نفاق فی العمل (2) نفاق فی العقیدہ

نفاق فی العمل: وہ نفاق ہے کہ جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے جب جھگڑا کرتا ہے تو گالی گلوچ تک پہنچ جاتا ہے وغیرہم۔

نفاق فی العقیدہ: وہ نفاق ہے جس میں منافق بظاہر کلمہ گو ہوتے ہیں لیکن دل میں ایمان کے مخالف ہوتے ہیں اور فی زمانہ عقیدے کے منافق کی معرفت ممکن نہیں ہے اب اس زمانے میں مومن ہیں یا کافر اور اگر کوئی منافق ہے تو اس کا اور اس کے رب کا معاملہ ہے ہم اسے مومن ہی کہیں گے۔

نفاق کا سبب: ان کے نفاق کے کئی اسباب ہیں۔ (1) اپنے قبائل سے محبت کرتے تھے اور اپنے آباؤاجداد کے دین کو نہ چھوڑنا چاہتے تھے اور کلمہ پڑھے بغیر حضور ﷺ سے نہیں بچ سکتے تھے اس لئے پھر وہ بظاہر مومنین کے ساتھ ہوتے اور اندر سے مومنیں کے مخالف ہوتے اور اسی طرح منافقین کو یہود و نصاریٰ سے معاوضہ ملا کرتا تھا کہ وہ حضور ﷺ اور ان کے صحابہ کرام اضوان اللہ اجمعین کی جاسوسی کرتے تھے۔

منافقین کے احوال: منافقین جب بھی حضور ﷺ یا صحابہ کرام اضوان اللہ اجمعین سے ملتے تو اپنی صورت و کردار اور گفتار مئں ایسے معلوم ہوتے جیسے یہ پکے مومن ہیں لیکن جب یہ اپنے رفقاء کے پاس پہنچتے تو ان میں ایسے گھل مل جاتے جیسے اپنوں کے ساتھ ہیں اس طرح دونوں بیڑیوں سفر کرتے رہتے آخر کار اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو ان کے نفاق کا علم عطا کر دیا اور ان کو مسجدِ نبوی سے نکال دیا گیا۔

منافقین کے نمونے: منافقین امیروں کی مجلس اختیار کیا کرتے تھے فقراء کی مجلس میں جانے سے عار محسوس کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا کلام سنتے تو بعد میں اسے مذق بنا کر پیش کرتے اور ان کا سپہ سالار رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا" ان المنافقین یخادعون للہ ورسولہ (بے شک منافقین اللہ اور اس کے رسول کو دھوکا دیتے ہیں) اور فرمایا **" ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار "** (بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے)۔

سوال(6): اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی صفات، قدرت بیان کریں، نیز ایام اللہ سے کیا مراد ہے واضح کریں؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ قرآن کریم کے نزول سے ہر بشر عربی ہو یا عجمی، مسلم ہو یا کافر اصلاح حاصل کر سکتا ہے اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ لوگوں سے اپنی نعمتوں کا تذکرہ فرماتا ہے اور بار بار قرآن کریم کو نص کے طور پر لینے اور نصیحت کے طور پر اخذ کرنے کی تلقین فرماتا ہے، اپنی صفات، اسماء اور اپنا الٰہ ہونا بیان فرمایا ہے تو قرآن کے ثبوت سے اس کی ذات کا ثبوت ملتا ہے اور جہاں کے نظام سے اس کی صفات کا ثبوت ملتا ہے۔ اگر کوئی بندہ اس کی ذات کا، صفات کا منکر ہو تا اس کا انکار جہالت پر مبنی ہے کیونکہ ذات کے عدم سے جہاں کے نظام کا معدوم ہونا لازم آتا ہے حالانکہ جہاں کا نظام موجود ہے معدوم نہیں ہے اس جب موجود ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ ذات بھی موجود ہے اور صفات کے عدم سے ہونا لازم آتا ہے کہ انسان کی ذات میں تغیر نہ ہو کیونکہ جب اسے سمیع وبصیر وغیرہ مانیں گے اور دیکھیں گے کہ بندوں کی حجتیں پوری ہو رہی ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ اس کی صفات بھی حق ہیں۔

ایام اللہ: ایام اللہ سے مراد بندوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے نعمت کے طور پر کیا گیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ایام و لیل ہیں اور دوسرا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے قصے واقعات اور تعذیب و تنعیم کو بیان کرنے کے لئے اور دوسری امتوں کو واضح کرنے کے لئے کہ یہ قصہ اس دن میں واقع ہوا۔

سوال(7): قصص القرآن سے کیا مراد ہے؟ نیز قرآن میں ایک مرتبہ، دو مرتبہ اور متکرر قصہ کس کس کا ہے؟ قصے بیان کرنے کی حکمت کیا ہے؟

جواب:" قصہ " کا لغوی معنٰی ہے حصہ۔ اور صطلاحی معنٰی یہ ہے کہ سابقہ امتوں کے واقعات، سلوک اور تعذیب امت کو بیان کرنے کا نام قصہ ہے۔

قصہ کی حکمت: قصے کی حکمت یا غرض یہ ہوتی ہے کہ بعد میں آنے والی عوام یا قوم جب اس قصے کو سنے گی تو واقعات کی خصوصیت ، سابقہ امتوں کا عذاب، نعمتیں اور انبیاء کے ساتھ سلوک اور احوال سن کر عبرت حاصل کرے گی۔ اگر انہوں نے بھی یہی گناہ کیا تو

اللہ تعالیٰ ان کو بھی اسی عذب میں مبتلا کئے گا۔ اور بعض عارفین لوگ کہتے ہیں کہ قصوں کی غرض یہ ہے کہ تصوف کی منزل کو سختیوں ، برداشت، مصیبت اوڑ صبر کے پیمانے سے جوڑنے کا نام ہے اور عارف بندے کو یہ تلقین کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ ان منزل کو طے کر کے پھر اپنی منزلِ مقصود پر پہنچے۔

متکرر قصے: (1) قصہ خلق آدم (2) قصہ سجود ملائکہ للآدم (3) قصہ استکبار شیطان عن اللہ (4) قصہ نوح (5) قصہ ھود (6) قصہ صالح (7) قصہ ابراہیم (8) قصہ لوط (9) قصہ شعیب فی توحید اللہ (10) قصہ موسیٰ مع فرعون مع بنی اسرائیل فی عقاب اللہ (11) قصہ داؤد (12) قصہ سلمان فی خلافتھما و کرامتھما (13) قصہ ایوب (14) قصہ یونس فی ظھور رحمۃ اللہ (15) قصہ ذکریا فی الدعاء الستجابۃ (16) قصہ عیسیٰ فی ولادتہ من غیر اب و تکلمہ فی المھد ۔

ایک یا دو مرتبہ والے قصے: (1) سیدنا ادریس علیہ السلام فی الرفع مکان العلیٰ (2) قصہ ابراہیم علیہ السلام بہ نمرود فی احیاء الطیر (3) قصہ یوسف علیہ السلام (4) قصہ ولدت موسیٰ علیہ السلام فی القاء الیم و قتلھم قبطی و توجہ الی مدین (5) قصہ ذبح بقرہ (6) قصہ لقائے موسیٰ مع الخضر (7) قصہ طالوت و جالوت (8) قصہ بلقیس (9) قصہ ذوالقرنین (10) قصہ اصحاب کہف (11) قصہ اصحاب جنۃ (12) قصہ اصحاب فیل۔

سوال (8): علم الاحکام سے کیا مراد ہے؟ تذکیر بالموت ومابعدہ سے کی امرادہے؟

جواب: علم الاحکام: حضور ﷺ ملت ابراہیمی کے ساتھ مبعوث ہوئے اسی لیے حضورق کی شریعت کے احکام اکثر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت سے ملتے ہیں صرف چند احکام میں فرق ہے جیسے اوقات کا مقرر ہونا عبادت کے لیے کیونکہ جب الل تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا تو عربیوں اور قبائلیوں کو وعظ کرنے کے لیے جو کہ پہلے سے ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار تھے لہذا سارے احکام اسی طرز پر بیان فرمائے تاکہ عربیوں کی دادت جاری رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے موت اور بعد الموت کا ذکر فرما کے اور جنت اور جہنم کا تذکرہ فرما کر اور قیامت کی نشانیاں بیان فرما کر بندوں کو فرق سمجھایا کہ نیکوکار جنت کے مستحق ہیں اور بدکار جہنم کے مستحق ہیں۔

سوال (9): نظم قرآن کا معنی مشکل کیسے ہے؟ اور کلام کی صعوبت کے اسباب کیا ہیں؟

جواب: قرآن مجید کا مزول لغت عربیہ پر ہوا؛ عربیوں کے اسلوب، طریقے اور منطوقہ کے مطابق ہوا جیسے ارشاد ہوا **اقرآناً عربیاً لعلکم تعقلون**" اور شارع کی مشابہات کی تاویل سے گریز کرنے اور صفات الٰہیہ کے حقیق کو جاننے سے گریز کرنے پر شارع نے

بہت زیادہ زور سیا لیکن جب لغت کے معانی کی طرف نظر کرتے ہوئے ان تشابہات کے لفظی معنیٰ تحریر کت دئے اور ان کی مراد پر واقف ہونے کی کوشش کرتے رہے حالانکہ وہ معانی شارع کی جانب عدم تھے۔ جیسے "**ید اللہ فوق ایدیھم** "**حٰمعسق**"

صعوبت: کتاب اللہ کی مراد تک پہنچنے کے لئے کئی اسباب ہیں۔

بسا اوقات لفظ عرب غریب استعمال ہوتا ہے اور صحابہ و تابعین سے اس کا معنیٰ مشکل ہوتا ہے۔(2) ناسخ و منسوخ کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے مشکل ہوتا ہے۔(3) اسباب نزول کی غفلت کی وجہ سے مشکل ہوتا ہے۔(4) مضاف و موصوف وغیرھما کے حذف ہونے کی وجہ سے مشکل ہوتا ہے۔(5) حرف کو حرف سے، فعل کو فعل سے، اسم کو اسم سے، جمع کو مفرد سے اور حاضر کو غائب سے بدلنے کی وجہ سے مشکل ہے۔(6) مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کرنے کی وجہ سے مشکل ہوتا ہے۔(7) ضمیروں کے مستتر ہونے کی وجہ وجہ سے مشکل ہوتا ہے۔(8) تکرار کی وجہ سے مشکل ہوتا ہے۔(9) اختصار کی وجہ سے مشکل ہوتا ہے۔(10) ایجاز و اطناب کی وجہ سے مشکل ہوتا ہے۔

سوال(10): غرائبِ قرآن پاک تحریر کریں؟

جواب: ترجمان القرآن و مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس وہ معزز ہستی ہیں کہ جنہوں نے تفسیر قرآن میں بہت زیادہ اور غرائب قرآن میں بہت زیادہ شاگرد چھوڑے اور کلام فرمایا۔

غرائب قرآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے دقیق معانی کو سھل انداز میں پیش کرنا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر اپنی کتاب "**الاتقان فی علوم القرآن**" میں فرمایا ہے امام بخاری کے حوالے سے کہ قرآن کے غرائب اور اسباب نزول کو سب سے بہترین صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور تابعین رحمۃ اللہ علیھم نے بیان کیا ہے۔

سوال(11): نسخ کی تعریف تحریر کریں؟ نیز متقدمین اور متاخرین کے نزدیک کتنی اور کون کون سی آیات منسوخ ہیں؟

جواب: "نسخ" کا لغوی معنیٰ ہے "ازالۃ الشیء بالشی" اور اصطلاحی معنیٰ ہے بعض آیات کے احکام اور اوصاف کو دوسری بعض آیات کے احکام و اوصاف سے تبدیل کرنا نسخ کہلاتا ہے۔ چونکہ متقدمین کا زمانہ حضور ﷺ کے زمانے کے قریب ہے کہ جس زمانے میں کثرتِ اختلاف بھی ہے اس لیے ان کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد 500 ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو منسوخ آیات کو محصور کرنا نا ممکن ہے۔ اور متاخرین کے نزدیک امام جلال الدین سیوطی نے "**الاتقان فی علوم القرآن**" میں فرمایا ہے کہ متاخرین کے شیوخ کے نزدیک تقریباً 20 آیات منسوخ ہیں۔ لیکن مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے بہت زیادہ ناسخ و منسوخ آیات کا تذکرہ کیا ہے۔ جیسے **کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت**" وی آیت منسوخ ہے بعض نے کہا ہے کہ وراثت کی آیات منسوخ ہیں اور بعض نے

کہا ہے کہ حضور ﷺ کی حدیث سے منسوخ ہے **"لا وصیۃ لوارث"** کی وجہ سے اور بعض نے کہا ہے کہ اجماع کی وجہ سے منسوخ ہے۔

سوال(12): مفسرین کا "نزلت فی کذا" کہنے کا کیا مطلب ہے؟ نیز یہ بتائیں کہ جن آیات کے اسباب نزول نہیں ہیں ان میں محدثین کی کیا رائے ہے؟

جواب: جب مفسرین "نزلت فی کذا" کہیں تو مصنف نے اس کے دو معنیٰ ذکر کئے ہیں۔(1) صحابہ اور تابعین کی اس کلام سے مراد اس واقعے کو بیان کرنے کی طرف اشارہ ہے جو حضور ﷺ کے زمانہ میں ہوا اور آیت کا سبب نزول بھی ہے یا پھر حضور ﷺ سے کوئی سوال کیا گیا یا حضور ﷺ نے کوئی آیت تلاوت فرمائی ہو۔ تو مفسرین کا طریقہ ہے کہ وہ اس سوال کی طرف اشارہ کرنے کے لیے "نزلت فی کذا" کہتے ہیں۔(2) بسا اوقات اس کا مطلب ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین نے مشرکین و یہودیوں کے مذہب، جہالت، عقائد، اور تقلید کا تذکرہ کیا تو اس وقت پھر مفسرین **"نزلت فی کذا"** کے الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ نیز جن آیات مبارکہ میں مفسرین کو سبب نزول کی معرفت نہیں ہوتی، جیسا کہ صحبہ کسی آیت مبارکہ کے مناظر دیکھ کر گواہی دے دیں یا اس منظر کی مثال پیش کر دیں یا کسی سورت یا آیت مبارکہ کی شان بیان کر دیں وغیر ذالک۔ تو اس سبب نزول کا تذکرہ کئے بغیر صحابہ کا ایسا کرنا سببِ نزول کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔

سوال(13): مفسر کی شرائط تحریر کریں؟ نیز تفسیر کے طریقے بیان کریں؟

جواب: مفسر کے لیے بالجملہ دو باتوں کی معرفت ضروری ہے۔(1) مفسر کو غزوات و قصص کی آیات کے اشارات اور آیات کی تخصیص و تعیم کی معرفت حاصل ہو۔(2) آیات میں قیودات کے فوائد اور سبب نزول کی معرفت حاصل ہو۔ ان دو شرطوں میں تمام شرائط مفسر مستحضر ہیں۔

تفسیر کے طریقے: تفسیر کے کئی طریقے ہیں(1) چونکہ سابقہ انبیاء کرام علیھم السلام کے واقعات احادیث میں بہت کم ہیں مگر قرآن پاک میں کثرت سے ہیں تو ان واقعات کی تفسیر حضور ﷺ اور صحابہ کرام علیھم السلام کے اقوال سے کرنا معتبر ہوگا، جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا **"لا تصدّقوا اھل الکتاب ولا تکذّبوہ"**

(2) بسا اوقات قرآن کریم میں قصہ ہوتا ہے لیکن وہ مثال کے طور پر ہوتا ہے، جیسے **"وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت اٰمنۃ الخ"** **تو ان قصص کی** تفسیر مثال کے طور پر کی جاتی ہے۔

سوال(14): من توجیح کی تعریف کرتے ہوئے مثالیں اور توجیح مشکل کی وضاحت کریں؟

جواب: "توجیح" کا معنیٰ ہوتا ہے کلام کو پھیرنا، پیش کرنا، چہرے کو پھیرنا۔ اور من توجیح کا مطلب یہ ہے کہ وہ آیات کہ جن کا شبہ ظاہر ہو اس وجہ سے کہ آیات کے مداولات میں تناقض ہے تاکہ کلام کو احادیث پر پیش کیا جاسکے، بعض علماء نے من توجیح کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آیت کا معنیٰ بہت مشکل ہے اسی لیے مبتدی کا ذہن اس معنیٰ کا ادراک نہیں کرسکتا تو پھر کلام کو تفسیر کی جانب پیش کیا جاتا ہے، جیسے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان طویل زمانہ ہے تو پھر بھی سائل نے ان دونوں کو یکجاء کردیا جیسا کہ "یا اخت ھارون" اب اس کلام کی توجیح کرنی پڑے گی کیونکہ یہ کنفرم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ھارون علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام میں بہت طویل زمانہ ہے تو حضور ﷺ نے بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل اپنے نام اپنے صالحین کے ناموں کی طرح لیتے ہیں۔

توجیح مشکل: توجیح مشکل کا مطلب یہ ہے کہ کسی محدث نے بھی اس آیت کا کوئی مفھوم حدیث کی روشنی میں نہ کیا ہو تو پھر مفسرین کو مشکل درپیش ہوتی ہے کہ اس کی تفسیر میں وہ کیا قیل و قال کریں اور بعض علماء نے توجیح مشکل کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جس کے سبب نزول کی معرفت اکلیۃ نہ ہوسکے۔

سوال(15): قرانی آیات کے معانی کی صعوبت (مشکل) کی وجوہات بمع امثلہ تحریر کریں؟

جواب: اس کی کئی وجوہات ہیں۔ (1) کبھی مضاف حذف ہونے کی وجہ سے آیت کے معنیٰ میں صعوبت آتی ہے، جیسے "**اشربوا فی قلوبھم العجل**" اصل میں ہے "**حب العجل**" اسی طرح "**واسئل القریۃ**" اصل میں ہے "**واسئل اھل القریۃ**"۔

(2) کبھی مبتداء کے حذف ہونے کی وجہ سے آیت کے معنیٰ میں صعوبت آتی ہے، جیسے "**الحق من ربك**" اصل میں ہے "**ھٰذا الحق من رَّبِّكَ**"۔ (3) کبھی لو شرطیہ کے جواب کے حذف ہونے کی وجہ سے آیت کے معنیٰ میں صعوبت آتی ہے، جیسے "**ولو تری اذا الظٰلمون فی غمرات الموت**" (4) کبھی فعل کو فعل سے بدلنے کی وجہ سے معنیٰ میں سعوبت آتی ہے، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "**اھٰذا الذی یذ کر الھتکم**" اصل میں "**یسب الھتکم**" تھا۔ (5) کبھی اسم کو اسم سے تبدیل کرنے کی وجہ سے معنیٰ میں صعوبت لازم آتی ہے، جیسے "**کانت من القانتین**" اصل میں من القانتات تھا۔ (6) کبھی حرف کو حرف سے بدلنے کی وجہ سے معنیٰ میں صعوبت لازم آتی ہے، جیسے "**فسئل بہ خبیراً**" اصل میں "**فسئل عنہ خبیراً**" ہے۔

سوال(16): محکم، متشابہ، کنایہ، تعریض، اور مجاز عقلی میں سے ہر ایک کی وضاحت کریں؟

جواب: محکم: "محکم" کا معنیٰ ہے فیصلہ کن بات۔ اور اصطلاحی معنیٰ یہ ہے کہ محکم وہ احکام ہوتے ہیں جن کا ادراک عارف فی الغۃ نہیں کر سکتا بلکہ اس کا ادراک عارف فی الشرع کر سکتا ہے۔

متشابہ: "متشابہ" کا معنیٰ ہوتا ہے تشبیہ میں ڈالنا اور اصطلاحی معنیٰ یہ ہے کہ کلام میں ایسے الفاظ استعمال کرنا کہ جن کی وجہ سے مخاطب کلام کو سمجھنے میں تشبیہ محسوس کرے، جیسے "**اولامستم النساء**" اس میں لمس سے مراد بعض نے جماع کیا ہے اور بعض نے لمس بالید مراد لیا ہے۔

کنایہ: "کنایہ" کا لغوی معنیٰ یہ ہوت اہے کہ چشم پوشی کرنا، اور اصطلاحی معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ کسی حکم کو امر کے ذریعے ثابت نہ کیا جائے بلکہ ایسا لفظ استعمال کیا جائے کہ مخاطب کا ذہن خود ہی اس کو امر سمجھے تو یہ کنایہ کہلاتا ہے، جیسے "**بل یداہ مبسوطتان**" یہ کنایہ ہے مالداری سے۔

تعریض: "تعریض" کا لغوی معنیٰ ہے عرض کرنا، پیش کرنا، اور اصطلاحی معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی حکم عام نازل فرمائے لیکن غرض وہ خاص بندہ ہو جو اکا مصداق ہو، جیسے "**ولا یبتلی اوالفضل منکم**" یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے تعریض ہے ہوری امت کے لیے۔

مجاز عقلی: مجاز عقلی یہ ہے کہ فعل کا اسناد فاعل کے بجائے مفعول بہ کی طرف یا مفعول بہ کے غیر کی طرف کرنا مجاز عقلی کہلاتا ہے، جیسے "بنی الامیر القفر" حالانکہ محل امیر نے نہیں بنایا۔

سوال(17): ترتیبِ قرآن، لطائفِ نظمِ قرآن، اسلوبِ قرآن اور اسلوبِ سور تحریر کریں؟

جواب: ترتیبِ قرآن: قرآن کریم کی ترتیب تمام تصنیفات سے جدا ہے بلکہ تمام منزل سے جدا ہے نہ باب بنائے گئے ہیں نہ فصلیں، نہ عنوان، نہ متن، نہ شرح، نہ مکمل اشعار کی طرز اور نہ ہی مکمل عبارت کی تسلیس ہے گویا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کہ کتاب کی ترتیب ہر قاری کو اس کے خیالات کے مطابق ہے کہ جس میں ہر پہلو کی رعایت ہے، رعایت سجع، اشعار، تسلیس، ابواب۔ فصول کی بھی رعایت ہے گویا کہ اس کا مجموعہ ایسے مرتب ہے جیسا کہ فرشتہ قلبِ نبی پر کے کر نازل ہوا۔

لطائفِ نظمِ قرآن: اس کے بھی کئی انداز ہیں مفسرین کا اجماع ہے کہ قران کے الفاظ کو الفاظ نہ کہا جائے بلکہ نظم کہا جائے کیونکہ لفظکے معنیٰ میں سوئے ادب ہے جبکہ نظم کے معنیٰ میں رعایت ادب ہے قران کے لطائف اس قدر ہیں کہ مفسریں نے اس کے لطائف کو سورت کے تحت بیان کیا ہے شروع سے آخر تک اس کی بلاغت، مناہج، قصائد، قراءت ہر قاری اور ہر سامع کے لیے دل عزیز ہیں۔ مثلاً "اذا الشمس کورت" اور "واذا النجوم انکدرت" الخ۔

اسلوب قرآن: صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے سورتوں کی چار قسمیں کی ہیں۔(1) السبع الطول یہ وہ سورتیں ہوتی ہیں جو بہت زیادہ لمبی ہیں۔(2) المثون یہ وہ سورتیں ہیں جن کی آیتوں کی تعداد سو یا اس سے زیادہ ہو۔(3) المثانی یہ وہ سورتیں ہیں جن کی آیات کی تعداد سو سے کم ہو۔(4) المفصل یہ وہ سورتیں ہیں جو دوہا تین کو ملا کر مثانی یا مثون کے ساتھ لاحق ہو جائیں۔

سوال(18): وجوہِ اعجازِ قرآن تحریر کریں؟

جواب: اعجاز بنا ہے "عجز" سے اور عجز کا معنیٰ ہوتا ہے بشری طاقت کا ختم ہونا۔ اور اصطلاح شرع میں معجزہ یا اعجاز اس امر کو کہتے ہیں جو انسانی فطرت، عقل کے مخالف ہو اور وہ امر کسی نبی سے ظاہر ہوا ہو اور قرآن کریم بھی نبی پاک کا معجزہ ہے۔ قرآن کے وجوہ اعجاز کے کئی طریقے ہیں۔

(1) **اسلوبِ بدیع:** اہل عرب کئی قبائل میں منقسم تھے اور ہر قبیلے میں سے بہترین قبیلہ از روئے لغت قریش کا تھا اس لیے اہل عرب لغتِ قریش کو قصائد، خطبوں، رسائل، مخاورات میں کثت سے استعمال کیا کرتے تھے تو قرآن بھی قریش کی لغت پر نازل ہوا اور قریش کے فصیح و بلیغ قصائد کے باوجود سب کی توجہ کا مرکز بنا کیونکہ سب اس کی نظیر لانے سے عاجز تھے۔

(2) **الاخبار باحوال الأتیۃ:** اعجاز قرآن میں اس بات کو اہم دخل ہے کہ قرآن کریم کا اسلوب آئندہ آنے والی باتوں پر مشتمل ہے اور سابقہ انبیاء کرام اور قوموں کی باتوں پر مشتمل ہے۔

(3) **الدرجہ العلیہ من البلاغت:** چونکہ قرآن تمام علوم کا منبع ہے اس لیے اس کی ترکیب بلغاء اور اسلوبِ فصحاء پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور اعلیٰ مرتبے پر فائز ہونے کی وجہ سے تمام خلق، انس و جن اس کی نظیر لانے سے عاجز آگئے تو یہ عجز اس کے معجزہ ہونے کی دلیل ہے۔

(4) **تیسیر القرآن لغۃ و معنٰی و حفظ:** قرآن کا اسلوب فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود امتِ محمدیہ کے چھوٹے سے بچے کے لیے بھی اس کا حفظ کرنا، پڑھنا، مدانی دقیقہ کو سمجھنا نہایت ہی آسان بنایا گیا ہے۔ جبکہ باقی مصنفات جس قدر دقیق ہوں گی اس سے کئی درجہ زیادہ اس کو یاد کرنا اور سمجھنا اس قدر ہی زیادہ دقیق ہو گا۔ لہٰذا ہر خاص و عام کے لیے یہ شمس کی مانند روشنی ہے۔